

ماہ رمضان اور یاد عید

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا وہ سب کچھ مع خدا کی نعمتوں کے اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس ماہ کے اندر بخش دیا گیا۔ یہی مہینہ تھا جس میں ارض الہی کی روحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لیکر دوسری قوم کو دیا گیا۔ اور یہ اس قانون الہی کے ماتحت ہوا جس کی خبر داؤد علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادى الصالحون اور ہم نے زبور میں پسند نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کی خلافت کے ہمارے صالح بندے وارث ہوں گے۔ اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک ”بنی اسرائیل“ زمین کی وراثت پر قابض رہے اور خدا نے ان کی حکومتوں ان کے ملکوں اور ان کے خاندانوں کو تمام عالم پر فضیلت دی

یا بنی اسرائیل اذکرو انعمتی النی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین اے بنی اسرائیل ان نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر انعام کیں اور (نیز) ہم نے تم کو اپنی خلافت دیکر تمام عالم پر فضیلت بخشی۔ یہی وہ مہینہ تھا جس میں اس الہی قانون کے مطابق نبیات الہی کا ورثہ بنی اسرائیل سے لیکر بنی اسماعیل کو سپرد کیا گیا وہ بیان محبت جو خدا نے بیابان میں ”اسحاق“ سے باندھا تھا وہ پیغام بشارت جو یعقوب کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا وہ الہی رشتہ جو کوہ سینا کے دامن میں خدائے ابراہیم واسحاق نے بزرگ موسیٰ کی امت سے جوڑا تھا اور سر زمین فرعونہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی تھی خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خود ان کی طرف سے توڑ دیا گیا تھا۔ داؤد کے بنائے ہوئے ”ہیکل“ کا دور عظمت ختم ہو چکا تھا اور وہ وقت آ گیا تھا کہ اب اسماعیل کی جتنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تخت جلال و کبریائی بچھا دیا جائے یہ نصب و عزل، عزت و ذلت، قرب و بعد اور ہجر و وصال کے دن تھے جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا ایک کو دائمی ہجرت کی سرگشتگی اور دوسرے کو ہمیشہ کے لئے وصال کی کامرانی عطا کی گئی۔ ایک بھرا ہوا دامن خالی ہو گیا مگر دوسرے کی آستین افلاس بھر دی گئی ایک پر قبر و غضب کا عقاب نازل ہوا۔

ضربت علیہم الذلة والمسکنة وباو بغضب من الله

بنی اسرائیل کو (ان کو نافرمانیوں کی) سزا میں ذلت اور محتاجی میں مبتلا کر دیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آ گئے۔ لیکن دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا۔

وعد اللہ الذین امنوا انکم و عملوا الصلحت لیستغلفنہم فی الارض کما استغلف الذین من قبلہم تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کئے خدا کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت بخشے گا جس طرح ان سے پیشتر کی قوموں کو اس نے بخشی تھی۔

یہ اس لئے ہوا کہ زمین کی وراثت کے لئے ”عبادی الصالحون“ کی شرط لگا دی تھی بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی اس کی نشانیوں کو جھٹلایا اس کے احکام سے سرتابی کی اس کی بخشی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی بتلائی ہوئی ادنیٰ چیز سے بدل دینا چاہا۔

اتستبدلون الذی ہوا دنی بالذی ہو خیر؟ خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو ان کے مقابلے میں نہایت ادنیٰ ہیں۔

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لئے نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے تاکہ اس کی طہارت کے لئے ذمہ دار ہوں۔ لیکن جب خود ان کا وجود زمین کی طہارت و نظافت کے لئے گندگی ہو جاتا ہے تو غیرت الہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تہمید سے ارض الہی کی طہارت کو جب داغ لگا دیا تو اس کی رحمت غیور نے ”کوہ سینا“ کے دامن کی جگہ ”بوتیس“ کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور شام کے مرغزاروں سے روٹھ کر حجاز کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا تاکہ آزما یا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہاں تک اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے واذکروا اذ انتم قلیل مستغفون فی الارض تخافون ان ینخطفکم الناس فاواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت لعکم تشکرون (۲۶.۸) اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ مکہ میں تم نہایت کم تعداد اور کم زور تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کر اڑانہ لے جائیں لیکن خدا نے تم کو جگہ دی اپنے نصرت سے مدد کی عمدہ رزق تمہارے لئے مہیا کر دیا اور یہ اس لئے تھا کہ تم شکر ادا کرو۔۔۔۔۔

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملی ایہ دور روز ذکر رحمت الہی کی یادگار! یہ سر بلندی و افتخار کی بخشش کا یاد آور! یہ یوم کامرائی و فیروزی و شادمانی! اس وقت تک کے لئے عیش و سرور کا دن تھا جب تک ہمارے سرتاج خلافت سے سر بلند ہونے کے لئے اور جم خلعت نیابت کی مفتخر ہونے کے لئے تھے۔ عزت و عظمت جب ہمارے ساتھ تھی اور اقبال و کامرائی ہمارے آگے دوڑتی تھی خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا اور اللہ کی بخشی ہوئی خلافت کے تحت جلال پر متمکن تھے لیکن اب ہمارے اقبال و کامرائی کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانہ ماضی رہ گیا۔

دنیا کی اور قومیں ہمارے لئے وسیلہ عبرت تھیں لیکن اب خود ہمارے اقبال وادبار کی حکایت اوروں کے لئے مثال عبرت ہے۔ ہم نے خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی بتلائی ہوئی راہ عدالت سے بدل لیا اس کے عطا کئے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ پہچانی اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو اس نہ آیا۔ اب ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا۔ ہم نے بہت سی عیدیں تخت و حکومت و سلطنت پر دیکھیں اور ہزاروں شادیانے سر پر خلافت کے آگے بجوائے۔ ہم پر صد ہا عیدیں ایسی گزریں۔ جب دنیا کی قومیں ہمارے سامنے سر سنجو تھیں اور عظمت و شوکت کے تختے اٹے ہوئے ہمارے سامنے تھے۔ اب عید کی عیش و طرب کی صحبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں جن کی عبرت و تنبیہ کیلئے اب تک ہمارا وجود بار زمین ہے ان کو خوش نصیب سمجھئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھ خود بھی مٹ گئے ہمارا اقبال جا چکا ہے مگر ہم بذات خود اب تک دنیا میں باقی ہیں شاید اس لئے کہ غیروں کے طعنے سنیں اور اپنی ذات خواری پر آنسو بہا کر قوموں کے لئے وجود عبرت ہوں

درکار ما است نالہ دامن در ہوائے او پروانہ چراغ مزار خودیم

اس دن کی یادگار ہمارے لئے جشن و طرب کا پیام تھی کیونکہ یہی دن ہمارے صحیفہ اقبال کا صفحہ اولین تھا اور اسی تاریخ سے ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دور جدید قلوب و اجسام کی زمین پر شرع ہوا اس دن کا طلوع ہم کو یاد دلاتا تھا کہ بد اعمالیوں نے بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا اور اعمال حسد کی شرف و افتخار نے کیونکر ہمیں برکات الہی کا سہیٹ و مورد بنایا؟ اس دن کا آفتاب جب ٹٹکا تھا تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہو گئی تھی اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر نیر درخشاں بن کر نمودار ہوتی تھی لیکن۔ فـخـلـفـ من بعدہم خلف اصاعوا ۱ سلوة و اتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا (۶۰:۱۹) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پس بہت جلد ان کی گمراہی ان کے آگے آئے گی۔

اب یہ روز یادگار ہے تو عیش و شادمانی کے لئے نہیں بلکہ حسرت و نامرادی کے لئے اگر یاد آ و واقعات ہیں تو عطاء بخشش کی فیروز مندی کے لئے نہیں بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کے لئے پہلے اس کامرانی کی یاد تھا کہ ہم دولت و قبولیت سے سرفراز ہوئے مگر اب اس نامرادی کی حسرت کو تازہ کرتا ہے کہ ہم نے اس کی قدر نہ کی اور ذلت و عقوبت سے دوچار ہیں پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا جو ہماری دولت و اقبال کا آغاز تھا اور اب اس دور بسکنت و ذلت کا خرم تازہ کرتا ہے جو ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے پہلے یکسر جشن و نشاط تھا مگر اب یکسر ماتم و حسرت ہے جشن تھا تو قرآن کریم کے نزول کی یاد کا تھا جس نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا۔

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ یجل لکم فرقا ۱۰۰ اگر تم خدا سے ڈرتے رہے اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کی تو وہ تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کر دے گا۔

اور اب ماتم ہے تو اسی قرآن کی پشین گوئی کے ظہور کا کہ ومن اعرض عن ذکرى فسان له معشبة صنكا اور جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اس کی زندگی دنیا میں تنگ ہو جائیگی پہلے اس کی بشارت کو یاد کر کے جشن مناتے تھے اور اب وہ وقت ہے کہ اس کی وعید کے نتائج کو گرو پیش دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ اب عید کا دن ہمارے لئے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا البتہ عبرت و معظمت کی ایک یادگار ضرور ہے۔ واکذالک انزلناہ قرآنا عربیا وصرفنا فیہ من الوعد لعلہم یتقون او یحدث لہم ذکرا ایسا ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور اس میں طرح طرح کی وعیدیں درج کیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اس کے ذریعہ سے ان کے دلوں میں عبرت و فکر پیدا ہو۔

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں۔ پھر سال بھر کے اس تہا جشن کو کہیں نہ عزیز کھا جائے؟ میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ عید کی خوشیوں میں سرمست عیش و نشاط ہوں اور میں افسانہ غم چھیڑ کر آپ کے لذت عیش کو منفس کر دوں مگر یقین کیجئے کہ اپنے دل اندوہ پرست کی بے قرار یوں سے مجبور ہوں۔ قاعدہ ہے کہ ایک غمگین دل کے ملے عیش کی گھڑیوں سے بڑھ کر اور کوئی وقت غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا ایک غم زدہ ماں جو سال بھر کے اندر اپنے کئی فرزندوں کو کھو چکی ہو اگر عید کے دن اس کو اپنی بقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر خوشی ہوگی تو ایک ایک کر کے اس کے گم گشتہ لخت جگر بھی سامنے آئیں گے۔ ایک بد بخت جو اپنا تمام مال و متاع غفلت و بے ہوشی میں ضائع کر چکا ہو۔ عید کے دن جب لوگوں کی زریں قباؤں اور پر جواہر کلا ہوں کو دیکھے گا تو ممکن نہیں کہ اس کی اپنی کھوئی ہوئی دولت کے ساز و سامان یاد نہ آجائیں دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عیدیں عیش و مسرت کا پیام نہیں بلکہ یاد آور درد و حسرت ہیں آہ کیا دنیا میں غفلت و سرشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہی ہے؟ کیا دنیا میں ہمیشہ نیند زیادہ اور بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بے خود ہو کر ہمیشہ کے ماتم والدہ کو بھول گئے ہیں؟ بزم جشن کی تیاریاں کس کے لئے جبکہ دنیا اب ہمارے لئے ایک دائمی ماتم کدہ بن گئی ہے؟ عیش و نشاط کی بزموں کو آگ لگائیے عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالئے عطر کی شیشیوں کو اپنے سخت زبوں کی طرح الٹ دیجئے اور اس کی جگہ مٹیوں میں خاک بھر کر اپنے سرو سینے پر اڑائیے زریں کلا ہوں اور ریشمی قباؤں کے پہننے کے دن اب گئے۔

ماخانہ رمیہ گان علیہم پیغام خوش از دیار مانیت

لیکن اس طلسم سر کے ہستی کی ساری رونق انسان کی غفلت و سرشاری سے ہے اس لئے ممکن ہے جشن عید کے ہنگاموں میں غم و اندوہ کی یہ آہیں آپ کے کانوں تک نہ پہنچیں۔

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے۔ بچپن سے لیکر عہد شباب تک کا زمانہ ترقی و نشوونما عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے ہر چیز بڑھتی ہے اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے جو دن آتا ہے طاقت و توانائی کا ایک نیا پیام لاتا ہے طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے اور اس سرخوشی و سرور میں جس طرف نظر اٹھتی ہے۔ فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آ جاتا ہے اس طلسم زار ہستی میں انسان سے باہر غم کا وجود ہے اور نہ نشاط کا البتہ ہمارے پاس دو آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے اور اگر مسرور ہیں تو ہر منظر مرقع انبساط ہے عہد شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں اور دل جوش و امنگ سے متوالا غم کے کانٹے بھی تلوے میں چھپتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر گزر رہے ہیں خزاں کی افردگی بھی سامنے ہو تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آ کر کھڑی ہو گئی ہے دل جب خوش ہو تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آئے؟

لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے پہلے جو چیزیں بڑھتی تھیں اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے طاقت جواب دیدیتی ہے اور عیش و مسرت کنارہ کش ہو جاتے ہیں جو دن آتا ہے موت و فنا کا ایک پیغام لاتا ہے اور جو دن گزرتا ہے حسرت و آرزو کی ایک یاد گار چھوڑ جاتا ہے دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے لیکن دل کے بدلنے سے آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں۔ پہلے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی اب خوشی کے شادیاں بھی بجتے ہیں تو ان میں درد و اندوہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔

قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے ایک قوم پیدا ہوتی ہے بچپن کا عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی دور اور قومی صحت و تندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے جہاں جاتی ہے اوج و اقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے دنیا اس کے استقبال کیلئے دوڑتی ہے۔ لیکن اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اس کو لاپرواہی و صدمہ کا زمانہ سمجھئے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں اور چراغ میں تیل کم ہونا شروع ہو جاتا ہے طرح طرح کے اخلاقی اور تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگتے ہیں جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اجتماع قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعیف و کمزور کر دیتا ہے۔ وہی زمانہ جو کل تک اس کی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا۔ آج اس کے بستر پیری کے ضعف و نقابت کو دیکھتا ہے تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا

دیتا ہے قرآن کریم نے اسی قانون خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ یخلق ما یشاء و هو العلیم والقذیر اور وہ قادر مطلق ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا پھر بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت وہی پھر طاقت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپے میں ڈال دیا وہ جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور وہی تمہاری تمام حالتوں کا علیم و ہر حال کا ایک اندازہ کرنے والا ہے۔

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہو چکا اب ”صدع و پیری“ کی منز سے گزر رہے ہیں ہمارا بچپن جس قدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زلزلہ انگیز تھیں دیکھتے ہیں تو بڑھاپے کے ضعف و نقابت کو اتنا ہی تیز پاتے ہیں شاید اس کے بعد اب منزل فناء پر پیش ہے چراغِ تیل سے خالی ہوتا جاتا ہے اور چولہا خاکستر سے بھرتا جاتا ہے گذشتہ باتوں کی صرف ایک یاد رہ گئی ہے اور جوانی کے افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر ہمیں سنایا ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع محروم کبھی بجھ ہی جانا چاہئے۔

جس بزم خیال و عظمت میں اب ہمارے لئے جگہ نہیں رہی بہتر ہے کہ اوروں کے لئے اسے خالی کر دیں۔ ہم نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصے تک دنیا میں زندگی کے اچھے برے دن کاٹے اور ہر طرح کی لذتیں کچھ لیں حکمرانی کے تحت پر بھی رہے اور مخلوق کی خاک پر بھی لوٹے علم کی سرپرستی بھی کی اور جہل کی رفاقت میں بھی رہے جب عیش و عشرت کی بزم آرائیوں میں تھے تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اور اب حسرت و آرزو کے غم کدے میں تو اس میں بھی ایک شان یکتائی رکھتے ہیں۔ زمانے نے ہمارے منانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو دیر نہ کرے لیکن گو ہم مٹ جائیں گے مگر ہمارے بٹھائے ہوئے نقشوں کا مٹنا آسان نہ ہوگا۔ تاریخ ہم کو کبھی نہ بھلا سکے گی اور ہمارا افسانہ عبرت ہمیشہ مسافرانِ عالم کو یاد آ کر خون کے آنسو لائے گا۔

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ تھے اک حرف غلط لپک اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے رات کے پچھلے پہر کی تاریکی اور سنائے میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں میرا قلب مضطرب اور آنکھیں اشکبار ہیں آفتابِ عید کے اشتیاق میں ضغٹگان انتظار کروئیں بدل رہے ہیں مگر میری نثر جھلکتا ہے ہوتے تارے پر ہے دیکھتا ہوں رات گوتا ریک ہے مگر پھر بھی ہماری امید کے افق پر ایک آخری ستارہ جھلما رہا ہے جن آنکھوں نے خشک درختوں کو نکلتے دیکھا ہے انہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب ہوتے بھی دیکھا ہے۔